بارِامانت

مصنف :۔ سیدِ ریاض حسین شاہ

www.shahjee.net

ادارہ تعلیمات اسلامیہ

خیابان سید سیکٹر ۳ راولپنڈی

بنیادی عقیدہ

- اللہ ہمارا رب ہے' اور منزّہ عن العیوب ہے۔
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور معصوم عن الخطا ہیں۔
- قرآن مجید خدا کی کتاب' ہمارا ضابطہ حیات اور بے عیب ہے۔

انسان خطاؤں اور لغزشوں کا پتلا ہے۔ اس حیثیت سے بہر حال یہ امکان رہتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے پھسل جائے ---- دورانِ مطالعہ اگر آپ اشارۃً یا صراحتہً کسی بھی انداز میں ہمارے درج بالا بنیادی عقیدہ کو مجروح ہوتا ہوا پائیں تو اس کو ہماری ذاتی کمزوری متصور کرتے ہوئے قلم زد کر دیجئے ہم اپنی عزّت' مقام اور جھوٹی اَنا کے مقابلہ میں ایمان کو بہر صورت ترجیح دیتے ہیں۔

* * * * *

نوٹ (منجانب :۔ سائٹ ایڈمن)

www.shahjee.net

محترم قارئین۔ اگر آپ کو کسی کتاب / مضمون میں کوئی ٹائپنگ کی لفظی غلطی نظر آئے تو برائے کرم ہمیں فوراً ای میل ایڈریس پر (کتاب / مضمون کا نام بمع صفحہ نمبر) مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر خطا سے محفوظ فرمائے اور جو غلطی ہوئی اُسے معاف فرمائے۔ آمین

E-mail :- kamranis1@hotmail.com sheikh_2001@yahoo.com
kamran@shahjee.net
Website :- www.shahjee.net

بِسۡمِ اللہ الرّحمٰن الرّحِیم

یہ متضاد قوتوں کی رَزمگاہ دنیا اللہ ہی نے پیدا فرمائی ۔ ارض وسما کی تخلیق اسی قادرذات کے ہاتھوں ہوئی ۔ کائنات میں پھیلی ہوئی اَن گنت آیات اوران کے بے حجاب جلوے اوررنگ مآب منظر اسی کی قُدرت کے کرشمے بن کر رونما ہوئے ۔ آسمان سے برستے پانی اوردوڑتی ندیوں کو حسن وجمال اسی نے بخشا کہ ومہ سے لے کر روح وملک تک رنگا رنگ مخلوق اللہ ہي نے پیدا فرمائی اور چاہا کہ " بارِامانت " کسی مخلوق کے کندھوں پرڈال دے تا کہ زندگی کی گاڑی کو دھکا دینے کے لئے علّت و معلول اور سبب و مسبّب کے ناطے مخلوق مخلوق کی خدمت پر کمربستہ ہو جائے اور خود خدا کی ذات " سوال ، استفہام ، آرزو، جستجو، چاہت ، طلب ، ارادہ اور امتحان کے پس پردہ " چھُپ جائے اوراسے تلاش کرنا ہی زندگی کا مقصود ٹھہرے ۔۔۔پس ہوا یہ کہ اُس نے " ذمہ داریاں " " امانت " اور" کتاب " ہر مخلوق کو دینا چاہی ۔ اورسب نے انکارکردیا بےچین انسان کمال بےتابی سے آگے بڑھا اورمحبت وچاہت سے یا ظلوم وجہول ہونے کی بنا پر خدا کی امانت کو قبول کرلیا اور اختیار و ذمہ کا بار سنبھال لیا ۔ اب زندگی امتحان بن گئی اور امتحان زندگی ہوگیا ۔ ایک انسانی وجود کے اندر متضاد قوتیں اورمتصادم " داعیے " پیدا کردئیے گئے "روح" ڈالی گئی اورنفس رکھا گیا ۔ اس طرح آسمانی لطافتوں اورخاکی کثافتوں میں کشمکش رہنے لگی ۔ نیکی کروں یا شَر۔ اوپر اٹھوں یا نیچے گِروں ۔ علّیین یا سجّین، احسن تقویم یا اسفل السافلین ، رُوح کی سنوُں یا نفس کی مانوں ۔

خدا کا کرم ہوا ۔ خالق نے مخلوق کو سہارا دیا ۔ مطلوب نے طالب کا ہاتھ پکڑا اور ابتلائے زندگی سے کامیاب وکامران ہونے کے لئے نظر دی ، بصر دی ، سمع دیا ، عقل دی ، دل دیا ، سوچنے والا دماغ ۔ نبی بھیجے ، رسول اٹھائے ۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم " شاہکاررسالت " کو مبعوث فرمایا ۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آئے ۔۔۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور" انوار" کے قمقمے روشن ہوگئے ۔ جدھر دیکھو رحمتیں ہی رحمتیں ، جسے دیکھو نورہی نور، جہاں دیکھو خیر ہی خیر، جب بھی دیکھو چین ہی چین ، جسے دیکھو دل دہندہ وگرویدہ ، شفقتیں ، برکتیں ، رحمتیں

، روشنیاں اور چاہتیں ، حسن و سرور کی ایسی " رُت " کہ آدمیّت کا بوجھ ہلکا ہوا ۔ افکار کے راستے متعیّن ہوئے ۔ آدمیّت کو بیداری ملی ، شرافت کا سر اونچا ہوا ۔ زندگی نُور اور نُور زندگی ٹھہرا ۔

سورج اپنے طلوع ہونے کے ساتھ " تاریکیوں " کے لئے کسی گنجائش کا گوشہ نہیں چھوڑتا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ابتلائے زندگی کا راز کھول دیا ۔ پہلے امتحان مشکل تھا ۔ مبہم تھا اور مغلق تھا اور پریشان کُن اب " امتحان " روشن کتاب کی بیّن آیتوں کی صورت اور " حدیثِ نبوی " کے شبنمی قطروں کی صورت میں کھُل گیا ۔ زمانے کا اہم سوال فطرت کی اٹل پکار اور انسانوں کی حقیقی ضرورت " پہچاننا " ٹھہرا ۔

کس کی معرفت ؟ اور کیسے پہچاننا ؟

مُحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۔۔۔ اعظم رسول کو ۔۔۔ کریم حبیب کو قائدِ رحمت کو اور رحمتِ رہبر کو ۔۔۔ ہر لحظہ اور ہر آن پہچاننا ۔۔۔ پہچان لوگے تو کامیاب وگرنہ ناکام اور سَراسر ناکام ۔۔۔ ان کی آشنائی علم ہے ، نُور ہے اور رحمت ۔۔۔ ان سے بے مہری جہالت ہے ، شر ہے اور زحمت ۔ یہی وجہ ہے کہ غلامِ نبی ۔۔۔ عاشقِ رسول اور محبِّ احمد ، علم کا متوالا اور جہالت کا دشمن ہوتا ہے ۔۔۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جہالت سے بچیں اور اس سے نفرت کریں ۔ اس لئے کہ جہالت عذاب ہے ۔۔۔ نارِ جہنم ہے ۔۔۔ ہاویہ ہے ۔۔۔ سقر ہے اور بھڑکتی آگ ۔۔۔ اس سے بچنا زندگی کی علامت ہے اور امتحانِ زیست میں کامیابی کا وسیلہ اور ازحد خوبصورت ذریعہ ۔ دنیا میں پھیلتے ہوئے ہجوم در ہجوم انسانوں میں اکثر لوگ جہالت مآب زندگی گزارتے ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ پڑھے لکھے ہوتے ہوئے بھی بہت سے لوگوں کی جہالت میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔ اس لئے کہ جاہل انسانوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں ۔ ایک وہ جو پڑھتے ہی نہیں سیکھتے ہی نہیں اور حق اور سچ سمجھتے ہی نہیں ۔ دوسرے وہ جو پڑھتے تو بہت ہیں اور لکھتے بھی خوب ہیں لیکن حق سمجھتے نہیں اور تیسرے وہ جو پڑھتے بھی ہیں سمجھتے بھی لیکن عمل نہیں کرتے ۔ الاماں پہلوں سے والحفیظ دوسروں سے اور صد پناہ تیسروں سے قوم اور مِلّت کے پاکیزہ اور نورانی تصورات کو جہالت کی دبیز سیاہیوں نے بُری طرح ڈھانک لیا ہے ۔

ہماری مِلّی اور قومی ضرورت علم وآگہی کا نُور اور " احساسِ امانت " کی خوشبو ہے ۔ " علم " نصابِ زندگی ہے اور امانت کا احساس عِلم کو ہضم کرنے کا وسیلہ ۔ پہلا نہ ہو تو زندگی خشک رہتی ہے ۔ دوسرا نہ ہو تو زندگی آوارگی میں گم ہو جاتی ہے ۔ مذہب کی زبان میں پہلی چیز کا نام " وحی " ہے ۔ دوسری کا نام اتباع اور اطاعت ہے ۔ وحی کی ضرورت انسانوں کے لئے خود خدا نے پوری کر دی اور دوسری کی تکمیل کاربار اور بوجھ انسانی کندھوں پر ڈال دیا گیا ۔ معلوم ہوا مولوی ہونا ، راہب ہونا ، پادری ہونا کوئی بات نہیں ۔ انسانوں کی اصل ضرورت " علم وحی " کو میزان ہدایت نبیّوں کے وسیلہ سے نہایت سادہ اندازمیں جان کر اتباع اوراطاعت کے سانچوں میں ڈھل جانا ہے ۔ " حیاتِ مستعار " کے ازحد قمیتی لمحات میں یہ نُور جسے میّسر آجائے ۔ وہ عالم بھی ہے فاضل بھی ۔ صوفی بھی ہے اور صافی بھی ۔ سالک بھی ہے اور مجذوب بھی ۔ عاشق بھی ہے اور قلندر بھی ۔ مفکر بھی ہے اور محقق بھی ۔ یہ احساس اور عرفان نہ ہو تو پتھر کہہ لو ، سنگ کہہ لو اور حجر یا حیوانوں سے بھی گیا گزرا ۔

اُولٰئِكَ كَالاَ نعَامِ بَلَ هُمَ اَضَلّ (الا عراف : ۱۷۹)

" علم " اور احساسِ فِکروعمل کے فقدان سے جو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں ۔ ان کی طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورت اور شگفتہ اندازمیں ارشاد فرمایا :

لَا اِیمَان لِمَنَ لَاّ اَمَانۃ لَه

" جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان نہیں ۔ "

سوال یہ ہے کہ انسان آخر سمجھتا کیوں نہیں اسے کیا ہوا ہے کہ اس کے شیونِ حیات ایمان وآگہی ، علم وحکمت ، عہد وامانت ، تدبیرو ریت ، آرزو وطلب اور چاہت ومحبت کے نور سے خالی دکھائی دیتے ہیں ۔ اچھے اچھے معلومات کے دھنی اور جاہ ومنصب کے حامل " دنیاومادہ " کے پیچھے ذلیل ہونے کی مشقت اٹھارہے ہیں ۔ شاید اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ انسان طبعاً ادھار کی نسبت نقد سے محبت رکھتا ہے ۔ نہ دیکھی گئی نعمتوں کے مقابلہ میں دیکھی ہوئی دولتیں بھلی لگتی ہیں ۔ قرآنِ حکیم انسان کی اسی عجلت پسندی اور نقد بازی پر گرفت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ ھٰؤُلاَءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَھُمْ یَوْماً ثَقِیْلاً ہ (الدھر: ۲۷)

بے شک یہ لوگ جلدی کی چیز سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے بعد آنے والے بھاری دن کو چھوڑے ہوئے ہیں۔"

انسان کی اسی "عجلت خواہی" کو رب کائنات نے کان الانسان عجولا کہہ کر ظاہر فرمایا ہے۔ اور سورہ القیامہ میں "عاجلہ" سے محبت رکھنے کی سخت مذمت فرمائی۔

کَلاَّ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ ہلا وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ ہط (القیامتہ: ۲۰،۲۱)

"ہرگز تم جلدی کی چیزوں سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو"۔

"علم و امانت" سے راہ فرار اختیار کرنے والے دنیا باز انسان اور نقد خواہ شخص کے حصے میں اس عارضی متاع کے بغیر اور کچھ نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ "غمرات موت" کے وقت وہ دنیا سے تہی دامن اٹھتا ہے اور پشیمانیاں اسے چاروں طرف سے گھیرلیتی ہیں۔ لیکن اس وقت کی پشیمانی اور ندامت کوئی کام نہیں دیتی۔

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ہلا لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَکْتُ کَلاَّط اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ط وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ہ (المومنون ۹۹: ۱۰۰)

"یہاں تک کہ اِن میں سے ایک کے پاس موت آکھڑی ہوتی ہے اور پھر یہ پکارتا ہے کہ میرے ربّ مجھے واپس لوٹا دے شاید کہ کوئی نیکی کما سکوں۔ ہرگز نہیں یہ تو صرف ایک بات ہی ہے جو وہ کہے جا رہا ہے۔ ورنہ ایسے لوگوں کے سامنے ایک آڑ ہے اس دن تک جب وہ اٹھا لئے جائیں گے۔"

خدا کی راہ سے دُوری "علم" سے غفلت اور احساسِ امانت سے لاپرواہی کی دوسری وجہ خواہشات کا اتباع ہے۔ انسان "آخرت" پر ڈھیلا اور نرم عقیدہ رکھنے کے ہاتھوں "مادہ خواہی" کا اس قدر متوالا بن جاتا ہے کہ اس کے دل اور دماغ کو فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ خیر کی بنیاد پر سوچ سکے۔ خواہشاتِ زندگی کا سراب اس قدر روشن کرکے دکھاتی ہیں کہ موت پردہ فِکر سے محو ہو جاتی ہے۔ انسان تن من ہی خدا کو بنا لیتا ہے۔ امیدوں کے سج بازار سے کچھ ہاتھ لگے یا نہ لگے لیکن "مطیع ھویٰ" ہر آن ہر لحظہ جام جم نہ سہی تو جامِ سفال پر ہی قناعت کئے دستِ سوال

www.shahjee.net

دراز رکھتا ہے ۔ درونِ خانہ دِل میں خواہشات کی جلتی بھٹیاں جب تک انسانی ضمیر کو جلا نہ دیں بجھنے کا نام نہیں لیتیں ۔ یہاں تک کہ موت کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے انسان " اتباع ھویٰ " اور پیروی خواہشات کے ہاتھوں غرق ہو چکا ہوتا ہے ۔

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝

(القصص : ۵۰)

" اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو خواہشات کا تابع ہو ۔ اللہ سے ہدایت کے برعکس ، بیشک اللہ ظالم قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا ۔ "

قرآن مجید نے ایک مقام پر خواہشات کا اتباع کرنے والے کے لئے ازحد نازک اور تنبیہہ انگیز اسلوب اختیار کرتے ہوئے ۔ ارشاد فرمایا کہ خواہشات کے تابع شخص کی مثال کتے کی سی ہے ۔ اگر تم اسے چھیڑو تو پھر بھی زبان باہر نکالے رکھے اور چھوڑو تو بھی زبان نکالے رکھے۔

فَمَثَلُه كَمَثَلِ الۡكَلۡبِ ۚ اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَيۡهِ يَلۡهَثۡ اَوۡ تَتۡرُكۡه يَلۡهَثۡ ؕ (الاعراف : ۱۷۶)

خواہشات کے تابع اور ذکرِالٰہیہ سے غافل شخص کی اطاعت سے بھی منع فرما دیا گیا ۔

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَه عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمۡرُه فُرُطًا ۝ (الکھف : ۲۸)

" اس کی اطاعت نہ کر جس کا دِل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع دار ہو اس کا ہر معاملہ حد سے گزرا ہوا ہو " ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محوّلہ قرآنی مضمون کی تائید اپنے اس مبارک قول کے ساتھ فرمائی :

لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُمۡ حَتّٰى يَكُوۡنَ هَوَاهُ تَبعاً لِّمَا جِئۡتُ بِه

" تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو اس (علم و ہدایت) کے مطابق نہ کر لے جو میں لے کر آیا ہوں " ۔

وہ تیسرا عنصر جس کی وجہ سے انسان علم و آگہی کے حقیقی نُور سے محروم رہتے ہوئے احساسِ امانت کی خوشبو ضائع کر دیتا ہے ۔ وہ اس کا متکبرانہ رویہ ہے ۔ انسانی وجود کا ناری عنصر جس وقت باقی عناصِر ثلاثہ پر غالب آجائے تو ہمچو ما دیگرے نیست " کا کیڑا دماغ کو

کھانے لگ جاتا ہے ۔ سیدھی سادی نرم گردن میں تکّبر کا سریا (سلاخ) اس انداز سے فِٹ ہوتا ہے کہ آدمی کسی کام کا نہیں رہتا ۔ افسروں کی افسریاں ، مولویوں کا فنّی علم ، مالداروں کی بہتی دولت ، جاگیرداروں کی وسیع جائیدادیں ، صعنت کاروں کے امڈتے منافع ، پیروں کے اندھے مقلد ، استادوں کی وافر فیسیں انہیں سوچنے ہی نہیں دیتیں کہ موت بھی آنی ہے ۔ خدا کی کچہری میں بھی کھڑا ہونا ہے ہُوا کِیا کُھلنا بھی ہے ۔ زندگی آخر اندھیر نگری اور چوپٹ راج تو نہیں ۔ کیا حال ہوگا جب متکبّر انسانوں کی ارواح کو موت کے فرشتے کھینچ رہے ہوں گے ۔

فَکَیۡفَ اِذَا تَوَفَّتۡهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ہ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوۡا مَآ اَسۡخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوۡا رِضۡوَانَهٗ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ہ (مُحَمَّد : ۲۷ : ۲۸)

" کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی رُوح قبض کریں گے ۔ ایسے حال میں ان کے منہ اوران کی پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے ، اس لئے کہ وہ اس چیز کے تابع رہے جس پر اللہ ناراض تھا ۔ ان لوگوں کو اللہ کی خوشی پسند نہ تھی ۔ پس اُن کے سب اعمال اکارت کر دئیے گئے ۔ "

www.shahjee.net

انسانو ! باز آجاؤ تکّبر سے ۔۔۔ خواہشات کی پیروی سے ، دولت بازی اور دنیا پرستی سے ۔۔۔ مادہ آج تمہارا ہے اور کل یہ سب دشمن بن جائے گا ۔ دنیا آج بھی ٹھن کر تمہیں اپنے دام میں پھنسا رہی ہے کل یہی تمہاری دشمن بن جائے گی ۔ آج تم بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو تمہیں حلال و حرام کی تمیز نہیں ۔۔۔ سفارشوں اور رشوتوں کے دھندے تم سے کیا کچھ نہیں کرواتے ۔۔۔ تمہیں جیسے مرنا ہی نہ ہو ۔ سچ بتاؤ ۔۔۔ تمہارے اجداد کہاں ہیں ۔ تمہارے بڑے بوڑھے کہاں چلے گئے ۔ تمہارے قبرستانوں میں مٹی کے بُت تو دفن نہیں کئے گئے ۔ وہ سب تمہاری طرح زندہ انسان تھے اور بے شک تم نے ان کے ساتھ جاملنا ہے ۔ آج چمکتی دولت تمہارے ہاتھ آئے تو تم بہت خوش ہوتے ہو کل اِسی سے تمہارے جسم داغ جائیں گے انسان ! آج تو گناہ کے کاموں پر بہت خوش ہوتا ہے ۔۔۔ مچلتا ہے ۔۔۔ جھومتا ہے ۔ لجاتا ہے ۔۔۔ مسکراتا ہے اور بڑے فخر سے اپنے گناہوں کے کارنامے بیان کرتا ہے ۔ لیکن تجھے خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن تیرے ہاتھ پاؤں سب تیرے خلاف گواہی دیں گے ۔

اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ ہ (یٰسٓین : ٦٥)
"آج کے دن ہم ان کے مُونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ کہ انہوں نے کمایا ۔"

انسان آنکھ کھول اور پہچان خدا کو ۔۔۔ بندہ خدا سوچ اور پہچان محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ۔۔۔ غلامِ نبی غور کر اور پڑھ قرآن کو ۔۔۔ قارِی کتاب فکر کر اور سمجھ اپنے دور کے حالات کو ۔۔۔ تیرا دل اگر امینِ علم ہو گیا ہے ۔۔۔ حاملِ ایمان ہو گیا ہے تو پھر اس امانت کو ادا کر ۔ کائنات کی پہنائیوں میں اور قلوبِ خلق کی گہرائیوں میں یہ تیرا فرضِ منصبی ہے اور بہر نوع تجھے یہ نبھانا ہے ۔ علم اور امانت ہم سے کیا تقاضا کرتے ہیں ؟ وہ لوگ جن کے دِل اور دماغ میں اللہ جل مجدہ ، علِم اور امانت کا نُور ڈالتے ہیں ۔ زندگی کے بارے میں ان کی سوچ نہایت سادہ ہوتی ہے ۔ ان کا دامن بُرے افکار اور گندے عقیدہ سے پاک ہوتا ہے ۔ وہ کائنات کو الل ٹپ نہیں سمجھتے ۔ وہ خدا کے خالق ہونے کو اتنا یقینی سمجھتے ہیں جتنا انہیں اپنے وجود پر یقین نہیں ہوتا ہے ۔ دشتِ فنا کے یہ سکوں بداماں مسافر پیچ در پیچ فلسفوں سے ناآشنا ہوتے ہیں ۔ ان کے نزدیک ہستی کی معراج نیستی ہوتی ہے ۔

ماپ تول کے صحیح ہونے کے لئے جس طرح ترازو کے دونوں پلڑے " ڈنڈی " سے پیوستہ رہیں تو " میزان " کا نظام درست رہتا ہے اور چکّی اسی وقت تک گھومتی ہے جب تک وہ محور اور اپنے قطب پر قائم رہے ۔ " علم اور امانت " بھی اسی وقت تک منفعت خیز ہوتے ہیں جب تک ان کا تعلق مصدرِ فیض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو ۔ جونہی کوئی عمل یا عقیدہ نبوّت کی تعلیمات سے ہٹ جاتا ہے تو بس یوں سمجھو کہ علم اور امانت دونوں تاراج ہو جاتے ہیں ۔ انسان من مانی تاویلوں کو وحی اور دین قرار دیتا ہے جب کہ سچائی اور روحِ صداقت چیخ چیخ کر اسے ایسا کرنے سے منع کرتی ہے ۔ شریعت کی زبان میں انہی انسانی رویوں کو " بدعت " کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے :

فَاِنَّ خَیرَ الْحَدِیْثِ کتابُ اللہ وَخَیرُ الْھَدْیِ ھَدْی مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُورِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلّ بِدْعَۃ ضَلَالَۃ۔ (مشکوٰۃ شریف)

" سب سے خوب بات تو بس اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے۔ اور بدترین امور وہ ہیں جو نئے سرے سے خود ہی گھڑ لئے جائیں اور ایسی ہی ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔ "

انسانی عقل نعمت ہے اور اس کا مناسب استعمال عبادت ۔ لیکن یاد رہے کہ خدائی حکمتوں کو سمجھنا " عقل " کی بلندی اور عظمت ہوتی ہے اور خدائی احکام کو بدلنا حماقت اور بے وقوفی ہوتی ہے ۔ آج کتنے لوگ ایسے ہیں جو " علم " اور " امانت " کے نام پر سعادت نہیں حماقت کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ فلاح آخرت تو بس سعید لوگوں کے لئے ہے نہ کہ احمقوں کے لئے ۔ بس اگر کوئی بہتر عاقبت کا سچا خواہ اور طالب ہے تو اسے بدعتوں سے نفرت کرنی چاہیے ۔ اور بغیر کسی ہیچ پیچ کے سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنی چاہئیے ۔ گویا عقل کے استعمال کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ اپنی خواہش اور سوچ کے پلڑے میں " کتاب و سنت " کی روشن آیات رکھ کر جو پسند آئیں وہ قبول کرلی جائیں اور جو پسند نہ آئیں ترک کردی جائیں ۔ سب سے بڑی عقلیت تو یہی ہوتی ہے کہ انسان خالقِ کائنات کے ازلی ابدی قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرے ۔ یہی وہ مشکل کام ہے جو اس دَور کے پڑھے لکھے بے وقوفوں سے مشکل دکھائی دیتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ o (البقرۃ: ۱۳)

" اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے لوگ تو کہیں کیا ہم ایمان لائیں ایسے جیسے ایمان لائے احمق ، خبردار وہی ہیں بے وقوف مگر جانتے نہیں " ۔

" وحی اور علم " یقین اور حقیقت (ULTIMATE REALITY) کے نقیب ہوتے ہیں جبکہ " عقلِ مجرد " وحی کا دامن چھوڑ کر نفس کی تاریکیوں میں گر جائے تو یہ توہم کا کارخانہ بن جاتا ہے بقول میر

یہ تو ہم کا کارخانہ ہے
یہاں وہی ہے جو اعتبار کیا

وہ شخص جو شمع رسالت سے اکتسابِ نور نہیں کرتا اور اپنی سوچ کی قوتوں پر وحی کا پہرہ نہیں بٹھاتا ، دین ایسے شخص کے ہاتھوں ازحد نقصان اٹھاتا ہے ۔ ایسے ہی نیک نما مجتہدین کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا :

عِلم کیا عِلم کی حقیقت کیا
جیسی جس کے دھیان میں آئی

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلام اجتہاد کے دروازے بند نہیں کرتا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس عِمل خیر کے لئے کوئی شرط بھی ہے ؟ دماغ سے گھڑے ہوئے امور کے خیروشر ہونے میں تمیز قائم رکھنے کا کوئی پیمانہ بھی ہے ؟ اس سارے عمل کو بجا لانے کے لئے کسي تقویٰ و دیانت کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے ؟ بندگانِ خدا ! اگر ہاکی کھیلنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ منجھا ہوا کھلاڑی اسے ہاتھ لگائے ، گاڑی چلانے کے لئے تربیتی مراحل سے گزرنا ضروری ہے تو بھلا بتائیے کہ دینِ خدا ہی ایسا رہ گیا ہے کہ اسے ماضی کا سانچہ قرار دے کر حال میں جس طرح چاہو الٹ پلٹ دو اور اس کی قدیم تربیت کو ہی ازسِر نو متعین کرو اور طے شدہ امور میں بھی لفظ لفظ پر الجھ کر تجّدد پسندی کا شوق پورا کرو۔

شجرہ صداقت کی ہری بھری شاخو! ہم تلاش اور جُستجو کے منکر نہیں ۔ ہم ان پاکیزہ جذبات کو کچلنا نہیں چاہتے جو زمانے کو کوئی سُکھ مآب نظام دینا چاہتے ہوں اور نہ ہی ہمارے پروگرام میں " عقلیت " کے خلاف کوئی تحریک اٹھانا شامل ہے ۔ البتہ علٰی وجہ البصیرت ہم دنیا بھَر کے انسانوں کو بڑی جرات کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کہ پانی ہمیشہ جھرنوں ، چشموں اور دریاؤں سے ملتا ہے اور روشنی روشنیوں کے مصدر سے مہیا ہوتی ہے ۔ اپنے زمانے میں نِت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کریں لیکن وحی اور امانت کے چشمہ ہائے فیض پر پہنچ کر یہ کیا ہوا کہ اجتہاد کی آڑ میں اپنی بداعمالیوں اور کج فِکری کو راسخ ثابت کرنے کے لیے سوچ کو بنیاد ہی کمزور اور غلط فراہم کردی جائے اجتہاد تو وہی معتبر ہے جو قرآن اور سنّت کی

تعلیمات کو پختہ کرنے میں ممدومعاون ثابت ہو اگر اس سے بدعت اور تحریف فی الدّین کے راستے کھلیں تو سراسر فساد ہے اور فساد سے بچنا ہی زمانے کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

کتنے خوبصورت اور دلآویز ہیں وہ الفاظ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جزالت مآب زبان سے نکلے اور کتنی عبرتیں ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُرشکوہ کلام میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل مفتیوں اور حیلہ گر مولویوں کے بارے میں ارشاد فرمائے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشادفرماتے ہیں کہ صادق مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللہَ لَا یَقبِضُ اَلعِلمَ اِنتِزَاعاًیَنتَزِعُہ،مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِحَتّٰی اِذَالَمْ یَبْقَ عَالِماً اِتَّخَذَ النَّاسُ رُوُسًاجُھَّا لاً فَسُلِوْافَاَفْتُوابِغَیْرِعِلْمٍ فَضَلُّوْاوَاَضَلُّوْا۔ (رواہ البخاری)

"اللہ اپنے بندوں سے علم کھینچ کر تھوڑا ہی اٹھائے گا۔ علم تو علماء کی وفات کے بعد ختم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم فتوے دیں گے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

کیا بنے گا ٹیلی ویژن کے مفتیوں کا جن کی آراء کو پروڈیوسرز کے غلط سلط مشورے تغیّر تبدل پر مجبور کردیں۔ کیا ہو گا اخباری دانشوروں کا جن کے کالم کی بولی لگتی ہو اور کیا صورت اختیار کریں گے ریڈیوزدہ مقررین کی تقریریں جن کے حسین خُطبے ریڈیو کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ ریڈیو ان کی امانتدارانہ سعی وتبلیغ کے لیے طرفہ تماشہ یہ کہ لہو ولہب کے جواز میں قرآنی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں اور عریانیت اور فحاشی سے بھرپور تہذیب و ثقافت کا واضح اسلام کو قرار دیا جاتا ہے۔

لوگو! دین کے لئے واہی تباہی بولنے والے فصحاء درکار نہیں اور نہ ہی وہ مفتی و مجتہد جن کی لیلٰی حیات شہرت ہو۔ اخذ دین اور اکتساب فیض کے لئے وہ مضبوط لوگ تلاش کرو جن کا علم پختہ ہو، مارکیٹ میں ان کی بولی نہ لگتی ہو، کردار ان کا پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہو، سفینہ

ان کا خدا آشنا ہو اور سیرت ان کی رسُولی رنگ میں رنگی ہو۔ تم انہیں دیکھو تو خدا یاد آئے اور وہ تمہیں دیکھیں تو تمہاری تقدیر بدل جائے۔

یاد رہے کہ علم اپنی فطرت میں انقلاب آگیں ہوتا ہے۔ دریا جس طرح اپنا راستہ خود پیدا کرلیتا ہے۔ علم بھی یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ جاہل معاشرہ میں انقلاب کے راستے ہموار کرے لیکن خارجی رکاوٹیں ایسی ہوتی ہیں جو نُورنُور" علم "آفتاب کو دبیز سیاہیوں میں چھپا دیتی ہیں۔ وہ خارجی نوعیت کی رکاوٹیں جو" علم " سے انقلاب کے پَرکاٹ دیتی ہیں۔ ان میں ایک مضر ترین رکاوٹ " شہرت خواہی " ہے۔ وہ عالِم دین جس کے من میں شہرت خواہی کی آگ روشن ہو جائے۔ ایسا مخبوط الحواس ہوتا ہے کہ اس کی چھچھوری حرکتوں سے دین کا وقار گر جاتا ہے اور آہستہ آہستہ تدریجاً ایسا شخص حقیقتِ علم سے محروم ہو جاتا ہے اور" متاع بازار" ہو جانے کی وجہ سے اس میں اور ایک کھلونے میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ ایک سچا عالم" علم" پھیلانے کی فکر رکھتا ہے نہ کہ اپنی ذات پر جھنڈے چڑھانے کی خُو۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حرث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اگر تیری عمر نے وفا کی توتُو دیکھے گا کہ خطیب بہت ہوں گے لیکن جامع عالم کم ہوں گے۔ سوال کرنے والے کثیر ہوں گے لیکن دینے والے کم اور حال یہ ہوگا کہ علم خواہشات کے تابع ہو جائے گا۔ حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم ایسا دور کب آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے : جب نمازیں ضائع ہوں گی۔ رشوت لی دی جائیگی۔ دین حقیر دُنیا کے عوض فروخت کیا جائے گا۔ ایسے وقت بچنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچنے کا لفظ تین مرتبہ دہرایا۔

ہمارے پرانے علماء جب کتابیں لکھتے تو اپنا نام تک اوپر نہ لکھتے۔ صرف اس لئے کہ کہیں خدا کی رضا کا جذبہ ٹھنڈا نہ پڑھ جائے اور شہرت خواہی اور ریا کا سیلاب ہلاک نہ کردے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :

رُؤیَۃَ النَّاسِ بَسَاطۃ الریَا

" لوگوں کا دیکھنا ریا کی چٹائی ہے "۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ کا قول ہے :

صُمْ عَنِ الدُّنْیَا وَاجْعَلْ فَطْرَکَ الْآخِرَۃِ وَفِرَّ مِنَ النَّاسِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ

" دُنیا سے روزہ رکھ اور آخرت میں افطار کر۔ لوگوں سے یوں بھاگ جس طرح شیر سے بھاگتا ہے "۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نے جس دانشمند کو دیکھا ۔ اس نے لوگوں سے میل جول پسند نہ رکھا ۔ ہمارا دور تو عجب ہے ۔ یہاں " علم مند " لوگ بھی اپنے خطبوں ، تحریروں اور تقریروں کی لاٹری ڈلواتے ہیں ۔ فسٹ ، سیکنڈ اور تھرڈ کی ریسیں لگتی ہیں ۔ کتابوں کی رونمائی سے زیادہ شخصیتوں کی تقریب رونمائی ہوتی ہے ۔ شہرت کے مجنون شخصیتوں کے صنم گاڑتے ہیں اور شخصیتوں ہی کے سامنے ناصیہ فرسائی کی جاتی ہے ۔ بزرگ لوگ زندگی ہی میں اپنے روضے اور مزار بنانے پر زور دیتے ہیں ۔ یہاں تک کہ موت کے منہ میں بھی شہرت خواہی کا جذبہ ٹھنڈا نہیں ہوتا ۔ اور دنیا سے اٹھتے ہوئے بھی وصیتی کفیتیں یہ ہوتی ہیں ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

www.shahjee.net

امام غزالی نے " منہاج العابدین " میں ان سلف صالحین کو خراجِ تحسین پیش کیا جو ساری عمر میل جول اور اختلاط مع الناس سے بچتے رہے اور لوجہ اللہ خدا کے دین کی خدمت کرگئے۔

" علم " " امانت " کی حقیقت میں ڈھل جائے اور امانت علم کا پھول بن کر زینتِ حیات ہو جائے تو " اہل علم " محبت افزاء ماحول پیدا کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ علم کا مصدر دل ہوتا ہے اور ایک خوبصورت دل حَسد ، بغض ۔ کینہ ایسی مذموم صفات سے پاک ہوتا ہے ۔ حَسد رکھنا اور بغض آور ماحول پیدا کرنے میں تگ ودو کرنا دراصل ایک جاہل آدمی کا کام ہوتا ہے ۔ وہ شخص جو کتاب بھی پڑھے اور علم و ادب کا دعویدار بھی ہو اور ساتھ ہی اسے دوسرا علم مند شخص بُرا لگے اور اس کی دینی مساعی اسے مرغوبِ خاطر نہ ہوں تو اسے اچھی طرح جاننا چاہیے کہ اس کا علم ازقبیل امانت نہیں بلکہ زحمت کی اقسام سے ہے ، انبیائے کرام ۔ یہی وجہ ہے کہ عِلم

دینے کے ساتھ ساتھ " تزکیہ " بھی کرتے ہیں جس کا صاف مطلب دِل کو صاف کرنا ہوتا ہے ۔ ہمارے دَورمیں علماءکی صفوں میں اتحاد و مروت کا نہ ہونا دراصل تزکیہ کے نہ ہونے کی بنا پر ہے اوریہ بھی کہ علم کے ساتھ " حکمت " کا جوڑ ہے ۔ حکمت نہ ہوتو محض عِلم بھی بارآورنہیں ہوتا ۔ ترجیحات طے کرنا ، اپنے دَور کو سمجھنا ، حالات کی نبض پر ہاتھ رکھنا ، صحیح حکمتِ عملی اختیارکرنا تقیسمِ کار کے اصول وضع کرنا ، موزوں صلاحیتوں کا مناسب استعمال بجا لانا ، نظم و ضبط کو تعلیم کا حصّہ بنانا ، عوامی نفسیات سے واقف ہونا ، ثمراتِ تحریک پر نظر رکھنا ، دعوت کے بہترمواقع تلاش کرنا اپنے نفسانی حالات پر بصیرت بداماں گرفت رکھنا ، عمرانی نشیب وفراز کے نتیجے میں پیدا ہونے والے احوال سے دینی اور انقلابی فائدہ اٹھانا ، دوستوں میں انقلاب آورعلم کی مقدار بڑھانا سب حکمت ہے اورعلم کا ایک ضروری حصّہ ۔ عالم جس وقت حکمت کا نُور لے کرمیدانِ عمل میں کودتا ہے توکامیابیاں اس کے قدم چُومتی ہیں وگرنہ

زخواندن علم ہرگز عالم نشوی
شیریں نہ شود دہاں زنامِ شکر

" علم " اور " امانت " مخلوق پرور انقلاب کے لئے بے لوث اور مخلصانہ جدوجہد کا تقاضا بھی کرتے ہیں ۔ عِلم کی رحمت نواز کیفیتوں کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ نورانسان تک بلامعاوضہ پہنچایا جائے ۔ وہ چیز جو علم کے نام پر بنی ہوئی تجارتی منڈیوں میں بیچی اور خریدی جائے عِلم نہیں " دنیا " ہے ۔ انسانوں کی جہالت اور شقاوت کو دورکرنے کے لئے بہرحال دنیا نہیں " علم " درکار ہے ۔ جس کے حاملین آدم علیہ السلام کے دور سے آج تک بغیرکِسی حرص اورلالچ کے انسانی خدمت پر مامور رہے ۔

" مصلحین " کی تاریخ میں یہ بے لوث دعوت اور حقیقت انبیاءہی کے ہاں ملتی ہے ۔ یا ان کے مخلص پیروکاروں کی جدوجہد میں یہ ایثار دکھائی دیتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے ، علم کے انقلابی خادم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مستانہ واریہ نعرہ لگائے ۔

لَا اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا
" میں نہیں سوال کرتا تم سے کِسی اجر کا "

اور

وَمَا اَجۡرِیَ اِلاَّ عَلَی اللّٰہ

" نہیں ہے میرا اَجر مگر اللہ پر "

قرآن مجید نے ان مولویوں اور راہبوں کی سخت مذمت کی ہے جو " علم " کو اپنی حرص و ہویٰ کی بھنیٹ چڑھا کر دین کو پہلے مذہب میں بدلتے ہیں اور پھر مذہب کو تجارت سے اور پھر تجارت اورمعاشیات کے سردچکر" خواہشات " کو بڑھا بڑھا کر انسان کو ایک معا شی حیوان بنا دیتے ہیں ۔ جس کے ہاں روحانیت ، اخلاق اور اعلیٰ انسا نی اقدار کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ۔ " علم " کے داعین زندگی کے اس زاویہ پر پہنچ جائیں تو قرآن ان کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچتا ہے ۔

یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡآ اِنَّ کَثِیۡراً مِّنَ الاَ حۡبَارِ وَالرُّھۡبَانِ لَیَاکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ (التوبتہ : ٣٤)

" اے اہلِ ایمان بے شک بہت سے علماء اور عبادت گزار کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ۔ "

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ کِس قدر حسن افزاء ہے ۔ جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں : اہلِ علم زمانے کی سیادت حاصل کر لیتے اگر وہ علم کی عزّت کرتے اور اسے دنیا والوں کے قدموں پر نہ ڈالتے تا کہ ان سے کچھ دنیا میں مل جائے ۔ علم کی قدردانی نہ کرنے والے ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے جس کسی نے تمام فکروں کو ایک فکر بنا دیا ۔ خدا اس کی آخرت کی فکر دور کر دے گا اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں جمع کر لیں ۔ خدا ہی اسے چھوڑ دے گا ۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عالم اس امّت کا طبیب ہے اور مال اس امّت کی بیماری ہے جب طبیب ہی بیماری مول لے لے تو علاج کون کرے گا ۔

میرے پیرومرشد حضرت جمشید مدظلہ العالی کا ارشاد گرامی ہے کہ عالم کا علم اس کے رزق کا وثیقہ ہوتا ہے ۔ جب عالم بھٹکتا ہے تو وہ رزق کے پیچھے پیچھے حرص اور لالچ سے دوڑتا

ہے اور یہ ذلت خدا کے ناراض ہونے کی دلیل ہوتی ہے ۔ دراصل حریص اور لالچی عالم کو نہ اپنے علم پریقین ہوتا ہے اورنہ ہي خدا کی ذات پر توکّل حاصل ہوتا ہے ۔ " علم " کے خادمین اگرچہ اپنی جائز ضرورتوں کی تکمیل کے لئے " رزقِ حلال " بصورت " ہدیہ " قبول کر سکتے ہیں ۔ لیکن یہ تو اس لئے کہ وہ بفراغت علم الہٰی کی خدمت کریں ۔ مطلب یہ ہوا کہ تکمیلِ ضرورت خدمتِ علم کے لئے ہوتی ہے نہ کہ خدمتِ علم تکمیلِ ضرورت کا وسیلہ ہوتی ہے ۔

امانت ظرف ہے اور علم مظروف ۔ مظروف کا پاک رہنا ظرف کی طہارت کا تقاضا کرتا ہے ۔ عِلم کی "ماہیت " میں کمی بیشی ممکن رہتی ہے ۔ لیکن " امانت " یہ تعدی " برداشت نہیں کرتی ۔ اس لئے کہ یہ احساس کا نام ہے ۔ حق ادا کرنے کا داعیہ ہے ، نورِ حیات ہے ، زینتِ حیات ہے ، زینت انسانیت ہے ، آرزوئے حسن ہے ، میزانِ صداقت ہے ، منہاج عرفان ہے ، وسیلہ فوزو فلاح ہے ۔ جس انسان میں اس کی جتنی مقدار زیادہ ہے ۔ اتنا ہی وہ بڑا انسان ہے ۔ رسول " امین " تھے ۔ اسی لئے انقلابی تھے ۔ ہم " علم " کے پردہ کشا ہیں لیکن امانت کی گلی سے ہمارا گزر نہیں ہوا ۔ یہی وجہ ہے شاعر تڑپتا ہے ۔ ادیب سسکتا ہے ۔ واعظ گرجتا ہے ۔ قوم ، ملت ، درد اضطراب ، عشق اور تعبیر کیا کیا نہیں سنتے ۔ لیکن انقلاب نہیں آتا ۔ شاید ہمارا ظرفِ حیات " امانت " کے نُور سے خالی ہو چکا ہے ۔ آج کسی ایسے مجدّد کی ضرورت ہے جو قومی سطح پر لوگوں میں احساسِ امانت پیدا کر دے ۔ ظاہر ہے ایسا عظیم انسان روحانی لائن ہی کا ہو گا ۔ صبح دس بجے اٹھنے والے مفکّر اور سکرین پر پلنے والے محقق یہ کام نہیں کر سکتے ۔ شاید ان عظیم انسانوں کا وجود کامیاب ہوتا ہے ۔ اسی لئے ربّ العزّت نے لوگوں کو انہیں تلاش کرنے کی قرآن میں شق فرمائی ۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اتَّقُوا اللهَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ہ

(المائدہ : ۳۵)

" اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم کامیاب ہو سکو ۔ "

عِلم اور امانت مِل جائیں تو محنت کا عمل ناگزیر ہوجاتا ہے ۔ کیا ماں اپنے بچّے پر کم محنت کرتی ہے ؟ اور باپ اپنے بیٹے کے لئے کم مشقت اٹھاتا ہے ؟ لیکن عِلم اور امانت کا خُوگر اپنے "

www.shahjee.net

مقاصد " کے خاکوں میں اپنے خونِ جگر سے رنگ بھرتا ہے ۔ نہیں سمجھتے تو " رسولِ انقلاب " کو دیکھ لو کہ زندگی کو پسینہ کردیا اورحیات کی گھڑی گھڑی " مقاصد " کی دہلیز پر قُربان کی اور پھر کامیابی کے منشور کا اعلان فرمایا :

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اہل صفا !

اہل علم !

اہلِ دانش !

اہل امانت ۔۔۔ اور

اہل انس و محبّت !

زندگی ۔۔۔ تلاشِ علم کا نام ہے ۔

ادائے امانت کا نام ہے ۔

احساس مقصدیت کا نام ہے ۔

آرزوئے صدق و صداقت کا نام ہے ۔

حُسنِ نظر اور طہارتِ باطن کا نام ہے ۔

یہ سب کچھ نظریہ نہیں " عمل " ہے ۔ نظرئیے " پریشانیاں بڑھاتے ہیں اور " عمل " انقلاب پیدا کرتے ہیں ۔ ہماری قوم کے بخت کا ستارہ بھی اسی صورت میں چمکے گا کہ

طالب عِلم پڑھنے کو ۔

استاد تدریس کو ۔

مزدور محنت کو ۔

کسان مشقّت کو ۔

وکیل دِقّت بینی کو ۔

طبیب خدمت کو ۔

تاجر صداقت کو ۔

www.shahjee.net

عالم عِلم افزائی کو۔

حاکم مروّت کو۔

محکوم اطاعت کو۔

ملازم نظم وضبط کو۔

مالگیر ثروت کو۔

مفکّر تفکّر کو۔

اور محقّق تعقل کو۔

امانت تصوّر کریں

اور پھر یہ بارِ امانت۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت میں اس طرح صرف کریں کہ دُنیائے انسانیت ایک بار پھر اس انقلاب کا چہرہ دیکھ پائے جس نے عالِم بشریّت کی تقدیر بدلنے کی واقعی مثال قائم کی ہے۔ آؤ کوشش کریں کہ:

حرص ولالچ کی منڈیاں ویران ہوں

اور

رضائے خدا اور خوشنودی مصطفیٰ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَسَلّم کے رحمت رحمت ماحول میں ہم اپنی منزل کا سراغ لیں۔ اے اللہ ہمیں کامیابی عطا فرما۔

♠♠♠♠♠♠♠♠

www.shahjee.net